

UNIVERSAL
LIBRARY

OU 222286

UNIVERSAL
LIBRARY

122286

۱۹۱۵

ب-ع

عزیز با جمع

OSMANIYA UNIVERSITY LIBRARY

٥٩١٥٣٣٤
ع - ٤

Accession No. 4222

شماره ثبت

197

مجموعه الفقه

The book is of the _____ and belongs to the _____
as marked below.

الاستقامة فوق الكرامة
ثابت قدمی کرامت سے بڑھ کر ہے

عزم باب الحزم

یعنی

استقامت ارادہ کا ایک دلچسپ قصہ

از

مولوی بشیر الدین احمد دہلوی ایم۔ اے۔ ایس

۸۹۱ (کلکتہ) پبشر سرکار عالی نظام

۱۹۲۱ء

دارالاشاعت پنجاب لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزم بالجزم

مرد باید کہ ہر اسان نشود
مُشکلے نیست کہ آسان نشود

دنیا میں موافق اور مخالف دونوں قسم کے واقعات پیش آتے ہیں۔ ہمت و استقلال کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم مصیبت کا مستقل مزاجی سے مقابلہ کریں۔ یہ نہیں۔ کہ مصیبت کے سامنے ہمت ہار جائیں۔ ہم اس مضمون پر ایک مختصر مگردل چپ قصہ ایک انگریزی کتاب سے لڑکوں کے لئے ترجمہ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ میرا قاعدہ ہے۔ کہ ترجمے میں مضمون کو تو ضرور پیش نظر رکھتا ہوں۔ مگر لفظوں کی پابندی کو چھوڑ دیتا ہوں۔ وہی بات اس قصے میں بھی ہے۔ اور اگر میں ترجمے کی لفظی الجھنوں میں پڑ جاؤں۔ تو مطلب نوت ہونے کے علاوہ عبارت کی روانی میں بھی فرق آجائے۔

محمود ایک بڑا پیارا لڑکا تھا۔ جسے دیکھ کر ان ہوسے کو بھی پیار آتا تھا۔ مگر اس میں ایک بڑی خرابی یہ تھی۔ کہ وہ بڑا جلد باز اور بے صبر تھا۔ ہر کام میں وہ دل چسپی ضرور لیتا تھا۔ اور جو کچھ بھی کرتا تھا۔ شوق اور توجہ سے دل لگا کر کرتا تھا۔ لیکن جہاں کہیں کچھ خرابی پیدا ہوتی۔ یا کوئی بات خلاف مرضی ہوتی۔ تو بس آپسے سے باہر ہوجاتا تھا اس کام کو چھوڑ چھاڑا لگا ہوجاتا تھا۔ اور پھر اس کے پاس بھول کے بھی نہ پھٹکتا تھا۔

محمود کے باپ حامد نے باغ میں اس کے نام کی ایک چھوٹی سی کیاری لگا دی تھی۔ وہ بہت شوق اور گردیدگی سے اس کی دیکھ دیکھ میں لگا رہتا تھا۔ کبھی اس کی زمین ہموار کرتا۔ کبھی منڈیر درست کرتا۔ کبھی گھاس پات نکالتا۔ اور پانی تو دو وقتہ اپنے ہی ہاتھ سے دیتا تھا۔ کیاری کے چؤ طرف ہری ہری دوپ اور اس کے رنگ برنگ کے پھول دیکھ دیکھ وہ خوش ہوتا تھا۔ کیاری میں محمود نے ایک گلاب کا پودا بھی لگایا تھا۔ اس میں کلیاں پھوٹیں۔ روز باجا کر ان کو دیکھتا۔ جس دن وہ کلیاں کھلیں اور ان میں پھول لگے۔ اس دن کی خوشی کا کیا پوچھنا تھا۔ اُچھلتا کودتا ماں کے پاس آیا۔ اور ماں کے گلے میں بانیں ڈال کر کہنے لگا۔ "اماں جان چلیے دیکھیے تو سہی۔ کہ میری کیاری میں کیسے خوب صورت گلاب کے پھول کھلے ہیں۔"

• خدا کا کرنا کیا ہوا۔ کہ ایک دن باغ کا پھانک کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اور کچھ بکریاں اس میں گھس آئیں۔ اور سبزہ چرنے لگیں محمود نے جو دیکھا۔ کہ بکریاں گھس آئیں۔ اور باغ کا ستیاناس کر رہی ہیں۔ تو وہ اور اس کے ساتھ اس کا نوکر چھو کر ادھر سے۔ اور بکریوں کو کھڑی بنا شروع کیا۔ وہ کم بخت ادھر سے مارو تو ادھر نکل جاتی تھیں۔ اور ادھر سے ہنکاؤ تو ادھر آ جاتی تھیں۔ غرض روز دن سے سارا باغ خراب ہو گیا۔ خصوصاً مہیاں محمود کی کیاری بیجاری کا تو خاتمہ ہی ہو گیا۔ بکری نے اس میں گھس گلاب کے درخت کے سارے پتے کھائے۔ اور پھول بھی سب گئے گزرے ہوئے۔ محمود بے چارہ رونے لگا۔ کہ اس کے شوق کی چیز کا یہ حشر ہوا +

غصہ تو بھرا ہی ہوا تھا۔ جھٹ پھاوڑا لے ساری کیاری کو کھود کھا د برابر سرا بر کر دیا۔ اور روتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا +

حامد کو جب یہ خبر لگی۔ تو اس نے دل میں کہا۔ کہ یہ تو بڑی ہوئی۔ اگر اس لڑکے کا غصہ ایسا ہے۔ کہ اسے اچھا بڑا کچھ نہیں سوجھتا۔ اور یہ بے قابو ہو جاتا ہے۔ تو آگے کو کیا ہوگا؟ خیر اس وقت تو حامد نے کچھ کہا سنا نہیں۔ مگر شام کو باپ بیٹے اپنے ساتھ ہوا خوری کو لے گیا۔ گھر کے پاس وہیں ایک وسیع

میدان تھا۔ جس میں گھاس کے تختے لگے ہوئے تھے ٹھٹھتے
ٹھٹتے باپ بیٹے دونوں ادھر جانگھے۔ اسی میدان کے پاس
ایک تار کی باڑھ کے اندر ایک مکان کے اطراف ایک
خانہ باغ اور کچھ زراعت تھی۔ گھر کے پیچھے میوہ دار پھلوں کے
پودے تھے۔ اور سامنے وار پھول باغ۔ ایک طرف شہد کی کھیاں
بھی ملی ہوئی تھیں۔ اور ان کا مال سلیقے سے لگا ہوا تھا۔ مکان
کے کمپونڈ میں مرغیاں۔ بکریاں۔ قاز پلے ہوئے تھے۔ اور گایوں
کا ایک ریوڑ بھی شام قریب ہونے سے جنگل سے گھر کی طرف آ رہا تھا۔
غرض ہر طرح چل پہل۔ خوش سلیقی۔ اور فارغ البالی صاحب مکان
کی ظاہر تھی۔ محمود بھی اس تماشے میں لگ گیا۔

باپ۔ (محمود سے) یہ مکان اور کارخانہ سب محمد مبارک کا ہے۔ جو
ہماری بستی کے بڑے زمیندار اور رئیس ہیں۔ لیکن زمانہ کے
ناہنجار ہاتھوں سے ان بے چاروں کو ایسی ایسی مشکلات کا سامنا
پڑا ہے۔ کہ شاید اور کو ایسی گردش آئی ہو۔ تو آئی ہو۔ مگر شاباش ہے۔ ان
کے ہمت و استقلال پر اور ہزار آفرین ہے۔ ان کی مردانیت پر کہ یہ
ہمت نہ ہارے۔ اور اسی طرح اپنے کام کو لگے لیٹے رہے۔ زمانہ
نے ان کو گرایا۔ مشکلات نے ان کو ڈرایا۔ مگر بھرنے نکلنے بن کر کھڑے
ہو گئے۔ اور یہ اسی مردانہ ہمت کا ثمرہ ہے۔ جو آج تم ان کے ہاں ایسی
گماگمہی دیکھتے ہو۔ مجھ سے ان سے سوائے علیک سلیک کے گہری

ملاقات نہیں ہے۔ لیکن ان کے حالات میں نے سُننے ضرور ہیں۔ آؤ چلو۔ ان کے یہاں چل کر ذرا دم لیں۔ اور اگر ہو سکا۔ تو میں تم کو ان کی کہانی سُنھیں گی زبانی سناؤں گا۔ کہ کیسے چکروں میں پھنس پھنس کے وہ صاف نکل گئے۔

محمودول میں خوش ہوا۔ اور باپ کے ساتھ ساتھ گیا۔ محمد صابر نے ان کی بڑی خاطر تواضع کی۔ بڑی مہربانی اور کشادہ پیشانی سے پیش آئے۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد محمد حاد نے پُون سلسلہ سخن شروع کیا۔ کہ ”جناب میں نے لوگوں کی زبانی آپ کے عجیب و غریب حالات بہت کچھ سُنے ہیں۔ آپ کو تکلیف تو ہوگی۔ مگر میری خاطر سے اگر آپ مجھے اپنی بیٹی داستان سنایں گے۔ تو میں تو میں یہ بچہ بھی بہت مخطوط ہو گا“

محمد صابر اشراک (میں بے چارہ کس شمار و قطار میں ہوں۔ اور میری ایسی کونسی داستان ہے۔ جسے آپ سُن کر خوش ہوں گے۔ دنیا میں مجھے بھی موافق و ناموافق معاملات پیش آتے رہے ہیں۔ اور ان سے کون بندہ بشر خالی ہے۔ لیکن بمصداق الامر فوق الادب اگر آپ میری سرگزشت سُننا چاہتے ہیں۔ تو مجھے کب عذر ہے۔ میں اکثر اپنے مصائب کے حالات بیان کر کے متاثر ہوتا ہوں۔ اور خداوند کریم کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ کہ میری ناؤ کو جو سمجھدار میں پھنس گئی تھی۔ کس طرح خلاف اُمید پار لگا دیا۔ اور جن باتوں کا شان گمان نہ تھا۔ اپنے فیض و کرم سے

میری توقعات سے کہیں زیادہ مجھے لوانا +

من کار خویش را بہ خداوند کار ساز۔

بسپردہ ام کہ تا کرم او چاکند +

”یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ کہ میرے والد خدا ان کی مغفرت

کرے۔ اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب ہو۔ بڑے متمول آدمی

تھے + وہ آدمی تھے بڑے سیر چشم۔ ہاتھ میں ان کے ہڈی نہ تھی۔

آدمی سے دگنا تو ان کا خرچ تھا۔ نتیجہ اس لکھ لٹ پنے کا جو ہونا تھا۔

سو ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد قرض میں ایسے جکڑ گئے۔ کہ سارا علاقہ نیلام

ہو گیا۔ جس کو ہمارے ہی ایک قریبی رشتہ دار نے خرید لیا۔ لیکن خدا کی

قدرت کہ ان بزرگ نے اپنے انتقال کے وقت برو سے وصیت ہمارا

سارا علاقہ ہم کو ہی واپس دے دیا + میرے والد بزرگوار اب بھی نہ

سمجھے۔ کچھ دنوں تو ذرا ہاتھ روکے رہے۔ مگر بڑی صحبت کا نتیجہ یہ ہوا۔

کہ پھر وہی اللہ تلے اڑنے لگے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اب بادہ نوشی

بھی گلے پڑی۔ تفکرات کے ساتھ شراب خواری کی بھی بھرمار رہتی تھی۔

آخر تا بہ کے۔ ایسی حالت میں قارون کا خزانہ بھی خالی ہو جاتا۔ ماں میری

پہلے ہی مر چکی تھیں۔ باپ اب مرے۔ اور مجھے دنیا میں بے یار و مددگار

چھوڑ گئے +

”میرے چچا نے (خدا ان کا بھلا کرے) میری خبر گیری اپنے ذمے

لی۔ وہ ایک جہاز کے مالک تھے۔ اور میں ان کے ہی پاس رہنے سننے

لگا۔ اور کئی برس تک امید دارانہ کام کرتا رہا، اور بحری سفر کے مصائب جھیلتا رہا، جب کام سے میں بخوبی واقف ہو گیا۔ تو میرے چچا نے مجھے بطور ملاح کے اپنے جہاز پر ملازم رکھ لیا۔

”ایک دفعہ ہم بحر قلزم میں سفر کر رہے تھے۔ کہ زور و شور کے طوفان نے ہمیں گھیر لیا۔ دور سے اٹھتی ہوئی آندھیاں دم کے دم میں تمام آسمان پر چھا گئیں۔ ہوا کا زور ہوا۔ لہروں کا شور ہوا۔ اور ہمارا جہاز طوفانی سمندر میں ڈگمگانے لگا، ہزاروں دعائیں کہیں۔ نتیں مانیں۔ مگر سمندر کا جوش کسی صورت کم نہ ہونے پر آتا تھا۔ اور موجیں تھیں۔ کہ اچھل پھیل کر جہازوں کو ٹکراتی تھیں۔ اور اسے غرق کرنے پر تکی ہوئی تھیں تھوڑی ہی دیر میں جہاز کے تختے ٹوٹنے شروع ہوئے۔ اور پانی بھرنے لگا۔ ہزار روکنے کی کوشش کی۔ مگر پانی کا سیلاب تھا۔ کہ روکنے سے نہ رکنا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہمارا جہاز ساحل مراکش پر تباہ ہو گیا۔ ہم لوگ کنارے سے بہت دور ساری رات سمندر کی موجوں کے تھپیڑوں میں زندگی اور موت کے بیچ میں معلق تھے۔ اور ہر گھڑی موت ہمارے سامنے تھی۔

”میرے چچا اور جہاز کے بہت سے لوگ ٹھٹھ کے مر گئے۔ صبح ہوتے تاک ہمارے جہاز میں سے صرف چار شخص بچے۔ میرے ساتھ ہی بھوک سے بنیاب تکالیف سے سراپسمہ اور ناتواں موت کو زندگی پر ترجیح دیتے تھے۔ مگر میں سخت جان تھا۔ میں نے کہا۔ کہ ”جان پیاری ہے۔ کچھ بھی ہو جان کا بچا نافرص ہے۔“ میں نے کمر ہمت باندھی۔ اور اپنے ساتھیوں

کو بھی تسلی دلا سادے کر آمادہ کیا، سمندر کا طوفان گھٹ گیا تھا۔ ہم سب نے مل کر جنگل کی لکڑیوں اور بانسوں سے ایک چھوٹا سا پٹر بنایا۔ اور کسی نہ کسی طرح گرتے پڑتے کنارے آن لگے، جان بچی لاکھوں پاٹے زمین پر قدم دھرنا تھا۔ کیا ایک تازہ بلا میں گرفتار ہوئے۔ جزیرے والوں نے ہم کو پکڑ کر غلام بنالیا۔

”ہم پر ہر طرح کی سختی اور ظلم کیا جاتا تھا۔ اور محنت و مزدوری کی کوئی حد نہ تھی۔ اُس پر طرہ یہ کہ مار کے صدمے سے ہماری میٹھیں اُٹو ہو گئی تھیں، پیٹ بھر کھانا بھی نہ ملتا تھا۔ کھانے کو جنگل کی بناس تہی اور پینے کو ذرا سا پانی ملتا تھا۔ بعض لوگ غلامی کو بہت حنیف سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس میں کچھ زیادہ تکلیف نہیں ہے۔ مگر اس کا دکھ اُس سے پوچھنا چاہئے۔ جو کہ غلامی کے پھندے میں پھینسا ہو، خدا کسی بھلے مانس کو یہ دن نصیب نہ کرے۔ جب ہم سوچتے تھے۔ کہ یہ غلامی تو عمر قید ہے۔ اور پھر اس پر انتہا کی سختی۔ تو ہم جینے سے بیزار ہو جاتے تھے۔ اور موت کی تمنا کرنے لگتے تھے۔“

”میرے تینوں ساتھی ان سختیوں کی تاب نہ لاسکے۔ اور اسی طرح گھل گھل کر چل بسے۔ میں نے البتہ بہت نہ ہاری اور دل کو قوی رکھا۔ اور خیال کیا۔ کہ انسان ہی کے لئے مصیبت بھی ہے۔ دکھ اور سکھ دونوں کا ساتھ ہے۔ دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔“

”ہم کو روزانہ پورے بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا۔ اور ہفتہ بھر میں صرف

۴ دھے دن کی چھٹی ملتی۔ اس مہلت میں میں نے جھگل کی سیلوں سے نوکریاں لیں اور بورے بننے سیکھ لئے۔ اس میں میں نے ایسی دست گاہ حاصل کی۔ کہ خوب پکری ہونے لگی۔ اور چار پیسے میرے پاس ہو گئے۔ جن سے اتنا تو ہوا۔ کہ میں اپنا پیٹ تو بھر لیتا تھا۔ اور کچھ ضروری چیزیں بھی لے لیتا تھا۔

”چند روز کے بعد ہم کو جزیرے کے بادشاہ کے باغ کے کام پر لگا دیا۔ میں نے یہاں خوب دل لگا کر محنت سے کام کیا۔ باغ کا داروغہ مجھے چاہنے لگا۔ داروغہ کا ایک اپنا ذاتی باغ بھی تھا۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ میں باغ کا کام خوب کرتا ہوں۔ تو اس نے مجھے بادشاہی باغ سے الگ کر کے اپنے کام پر لگا دیا۔ اور میری جگہ اپنا ایک اڈر آدمی لادیا + داروغہ میرے کام سے ایسا مطمئن ہوا۔ کہ وہ مجھ سے اس طرح کا برتاؤ کرنے لگا۔ جیسا کہ کوئی نوکر سے کرتا ہے۔ اور مجھے کچھ کچھ مزدوری کے طور پر بھی دینے لگا۔

”اس عرصے میں میں نے اس ملک کی زبان سے بھی واقفیت حاصل کر لی۔ اور اس قابل ہو گیا۔ کہ اسی ملک میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام بہ آرام و آسائش کاٹ سکتا تھا۔ لیکن مجھے یہاں کے لوگوں کے عادات و اطوار اور خصوصاً مذہب پسند نہ تھا۔ اور اس وجہ سے اکثر وطن بالوف کی یاد گدگداتی تھی۔

”میں نے جہاں تک ممکن تھا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے روپیہ جمع کر لیا۔

اور خیال کیا۔ کہ کچھ دے دلا کر آزادی حاصل کروں گا۔ لیکن یہ معلوم کرنے کے دل بیٹھ گیا۔ کہ زرفدیہ بہت گراں ہے۔ جس کے جمع کرنے کو برسوں چاہئیں۔ لیکن میں ہمت نہیں ہارا اور صبر و شکر سے اس وقت کا انتظار کرنے لگا۔ کہ جب میں آزادی خریدنے کے قابل ہو جاؤں گا۔

اس سستی کے چند بد معاشوں نے میرے آقا کے قتل اور اس کے گھر بار کے لوٹ لینے کا منصوبہ کیا۔ اور رات کے وقت گھر میں گھسن آئے۔ میں باغ کے ایک پرآمدے میں رات کو سویا کرتا تھا۔ گھر میں کھٹیر پھر سے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ تو چار آدمی گھر کے اندر پھرتے ہوئے نظر آئے۔ میں نہتا تھا۔ میرے پاس ایک پھاڑا پڑا ہوا تھا۔ جھپٹ کر وہی سنبھالا۔ دیکھا تو مکان میں ایک بڑی سی کوئل لگا کر اندر آئے تھے۔ میں نے اپنی جان ہتیلی پر لی۔ اور ان سے جا بھڑا۔ میں اکیلا۔ وہ چار سٹڈے مشٹڈے۔ میں نے ایک کے سر پر پھاڑا کھینچ مارا۔ جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اور دوسرے کے کندھے پر الیا وار کیا۔ کہ وہ بھی لڑکھڑا کر گرا۔ تب میں نے شور و غل مچایا۔ میرا مالک اور اس کا بیٹا دونوں جاگ پڑے۔ اور ہم تینوں نے مل کر باقی دو چوروں کو بڑی ہشت مشٹ کے بعد کڑ کیا۔ مگر میرے ایک خنجر کا زخم آیا۔ جس سے میں کئی دن تک معرض خطر میں رہا۔

”میرا مالک میرا بڑا شکر گزار تھا۔ کہ میں نے اس کا جان و مال بچایا اور اس نے میری تیمارداری میں کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھا۔ میں آخر لوٹ پیٹ کر اچھا ہو گیا۔ میرے اچھے ہونے اور اپنے بال بال بچ جانے کی خوشی میں میرے مالک نے مجھے آزاد کر دیا۔ میرا مالک بہت چاہتا تھا۔ کہ میں اسی کے پاس رہوں۔ مگر مجھے اپنے گھر کی دُھن لگی ہوئی تھی۔ میں فوراً قریب ترین بندرگاہ پر پہنچا۔ اور بل الطار کو روانہ ہوا۔“

”ابھی ہم راستے ہی میں تھے۔ اور میں اپنے دل میں طرح طرح کے منصوبے کا نظہ رہا تھا۔ کہ پھر راستے میں قزاقوں نے اکھیر اور ہم گرفتار کر لئے گئے۔ اور جبراً بحری فوج میں داخل کیا۔ میری ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ ایک بلا سے چھوٹا تھا۔ تو دوسری میں پھنسا۔ لیکن مشیت ایزدی یوں ہی تھی۔ کہ کیا سکتا تھا۔ میں نے بمصدقہ قدر درویش بجان درویش۔ سنگ آمد و سخت آمد۔ کمر ہمت باندھی۔ اور خدا فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کیا۔“

”مجھے جابجا جنگ میں پھرنے پڑا۔ اور میری آنکھوں کے سامنے کتنے ہی لوگ مارے گئے۔ اور کتنے ہی ڈوب گئے، چوں کہ مجھے بحری قواعد سے واقفیت تھی۔ گوش زدہ اثر سے دارد۔ آج وہ کام آیا۔ اور مجھے جہاز پر ایک عمدہ مل گیا۔“

”جب جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اور امن و امان ہوا۔ تو نہ صرف مجھے

سرکار نے آزادی دی۔ بلکہ مجھے میری خدمات کا صلہ دے دلا کر رخصت کیا + اس طرح میرے پاس کافی تعداد روپیہ کی ہو گئی + اس سرمایہ کو لے کر میں سیدھا اپنے وطن کو آیا۔ چونکہ میں مصیبتوں کا بہت مزہ چکھ چکا تھا۔ مجھے روپے پیسے کی بہت قدر تھی۔ اور ہونی بھی چاہیے تھی۔ اس لئے۔ اپنا سارے کا سارا اندوختہ ایک بنک میں امانت رکھوا دیا۔ اور اس فکر میں رہا۔ کہ اب کچھ کاروبار کروں +

صاحب۔ اس غرض سے میں بمبئی چلا گیا۔ کہ وہ تجارت کی بڑی منڈی ہے + میں اس شہر سے تھا نا واقف۔ مجھے شہریوں کے فریب اور چھل بٹے کیا معلوم۔ ایک صاحب نے جو بظاہر بڑے متقی اور متبرک نظر آتے تھے۔ اور جن کا کاروبار چلتا تھا۔ مجھے بھروسہ دے دلا کر اپنے ساتھ لپیٹ لیا + میں ان کے دام فریب میں آ گیا۔ اور میں نے اپنے سارے کا سارا روپیہ ایک دم ان کے کاروبار میں لگا دیا۔ اور خوبی یہ کہ میں کاروبار تجارت سے ناواقف محض تھا۔ بھگت مجھے ایسا سبز باغ دکھلایا گیا۔ کہ ہر اہی ہر نظر آتا تھا۔ میں محنت سے جی نہ چراتا تھا۔ ان کے ساتھ میں نے بھی کام شروع کیا۔ اور تا بمقدور محنت و جانفشانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور اپنے اس خیال میں مگن تھا۔ کہ ایک ایک کے کچھ نہیں تو دو دو تو ضرور ہو جائیں گے +

”ایک دن حسب معمول صبح ہی میں دفتر میں آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے شریک تجارت کہیں چل دیئے۔ اور ایسے گئے۔ کہ ان کا پتہ نہیں۔ کہ زمین کھا گئی۔ یا آسمان نکل گیا۔ اور میں تنہا بیک بینی دو گوش رہ گیا + معلوم ہوا۔ کہ دکان خالی ہے۔ اور سارا اثاثہ و لے کر چھپت ہوئے۔ بلکہ دکان کے نام پر بہت سا قرضہ کر گئے + ڈگری داروں نے میرا ٹینٹو ادبایا۔ گئے تھے۔ نماز پنجواںے روزے گلے پڑے + اللہ دے اور بندہ لے + مختصر یہ کہ میں دھریا گیا۔ اور قرض خواہوں نے مجھے قید کرادیا + روپیہ میرے پاس کہاں تھا۔ جو دیتا۔ اور مجھ جیسے بھکڑ کی ضمانت کون ہو سکتا تھا۔ ناچار قید میں سسڑا پڑا + یہاں میں بھوکا مر جاتا۔ مگر چونکہ میں بوریئے بننا جانتا تھا۔ اس سے میں اپنا پیٹ پالتا تھا۔ جتنی مزدوری کرتا۔ اتنا کھاتا۔ چند مہینوں کے بعد جب میری مفلسی ثابت ہو گئی۔ تو مجھے چھوٹ دیا گیا +

”جس سے میں نکلا۔ تو بے یار و مددگار۔ ایک وقت کے روٹی ٹکڑے کا بھی سہارا نہ تھا۔ لیکن میں نے خدا کا شکر کیا۔ کہ میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔ کچھ نہ کچھ کر ہی لوں گا۔ اب میری ہمت سمنڈ کی طرف رخ کرنے کی نہ تھی۔ ”اگر خواہی سلامت برکنارست“ پر عمل تھا۔ اس لئے میں ایک باغبان کے پاس گیا۔ اس نے مجھے فوراً مزدوری کے سر لگا دیا + میں اپنے کام پر دل توڑ کے محنت کرتا رہا سب

سے پہلے باغ میں جاتا۔ اور سب کے بعد واپس آتا۔ مالک نے میرا کام اور میری محنت دیکھ کر میری مزدوری بڑھا دی + مجھے اب سیٹ بھر روٹی ملتی تھی۔ رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا تھا۔ اور چونکہ میں بہت محتاط اور کفایت شعار تھا۔ رفتہ رفتہ کچھ پس انداز بھی ہونے لگا۔ اور کچھ عرصے بعد میں اس قابل ہو گیا۔ کہ میں نے اپنی شادی بھی کر لی +

”میں نے بمبئی کے قریب دیہات میں ایک چھوٹا سا مکان اور اس کے ساتھ کوئی دو ایکڑ زمین بھی کرایہ پر لے لی۔ میری بیوی سلانی کا کام کرتی تھی۔ کچھ میرے پاس تھا۔ کچھ اس نے بھی جمع کیا۔ جس سے ہم نے اپنا گھر درست کر لیا۔ اور ایک گائے بھی خرید لی + میں اپنا تھوڑا سا وقت جو مجھے مزدوری سے بچتا تھا۔ اپنے کھیت کی درستی میں صرف کرتا تھا۔ کہ اس کے سوائے مجھے اور مشغلہ بھی کیا تھا + اب میرا کھیت ہر ابھرا لہرا رہا تھا۔ گائے کا دودھ اور مکھن اور دہی ہم بیچ لیتے تھے۔ اس طرح ہم دونوں میاں بیوی کی گزران خاصی اچھی طرح ہونے لگی +

”بھلا مجھ سے زیادہ خوش نصیب اور کون ہو سکتا تھا۔ دن بھر کا تھکا ماندہ گھر میں آتا تھا۔ تو مجھے دیکھ کر میری بیوی باغ باغ ہو جاتی تھی۔ ہم میاں بیوی دونوں ادھر ادھر کی گپ شپ اڑایا کرتے تھے۔ اور میرا ننھا ننھا سا بچہ میرے گھٹنے پر بیٹھا ہوا طرح طرح کے تماشے کرتا۔ اور ہم دونوں

کو دیکھ کر کلکاریاں مارتا + دو تین برس طرح گورگئے + نئے نعم دزدتے

نعم کالا +

”جس شخص کے پاس میں مہنتی میں مزدوری کرتا تھا۔ اس سے ایک زمیندار نے کہا۔ کہ تمہارے خیال میں کوئی راست باز اور جفاکش آدمی ہو۔ تو بتلاؤ۔ مجھے ایک شخص کی ضرورت ہے + ایک موضع میں میری کچھ زمین بیکار پڑی ہے۔ کسی ایسے شخص کے تفویض کرنی چاہتا ہوں۔ جو اسے اچھی طرح سنبھال لے + میرے سابق آقائے میری بہبودی کا خیال کر کے مجھ سے تذکرہ کیا۔ میں بھی اس چھوٹی سی حیثیت میں تین تینوں کو سنبھال نہ سکتا تھا۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ میں فوراً گیا اور موقع کو خوب دیکھ بھال لیا۔ اور بہ خوش دلی تمام اس گاؤں کو جانا پسند کیا۔ اور بہت تھوڑی سی لگان پر وہ لھیت جو بہت بڑا تھا۔ لے لیا +

”حسن اتفاق سے اس میں ایک مختصر سا مکان اور کنواں بھی تھا + اگرچہ اس لگان کے مقابلے میں زمین تو بہت ساری تھی۔ مگر سب ویران و ناکارہ برسوں کی بھجڑ پڑی ہوئی۔ لیکن اس کی دستی۔ کھاد۔ مویشی۔ باڑھ وغیرہ کے لئے ایک کافی سرمایہ کی ضرورت تھی۔ اور میرا نیا لٹا سرمایہ اس کو کفایت نہ کر سکتا تھا + قرض سے میں شروع ہی سے گھبراتا تھا۔ مجھے کچھ روپیہ زمیندار سے قرض لینا پڑا۔ یہ سب

کچھ ٹھیک ٹھاک کر کے خدا کا نام لے کر ہم اپنی نئی جگہ پر جا پہنچے۔ اور
 تاہم امکان مکان کی درستی کی۔ اور کھیت کی زمین کی حیثیت درست
 کی۔ اور ہر طرح امید فائدے کی بندھی + چنانچہ ہم کو کافی فائدہ ہوا۔
 اور ہم میاں بیوی ہنسی خوشی فارغ البالی سے رہنے سننے لگے
 ”ایک بڑی خرابی اس جگہ یہ تھی۔ کہ یہ مقام بلجاظن درستی کے اچھا
 نہ تھا۔ مجھے بخار آنے لگا۔ ایسا کہ میں کھٹیا سے لگ گیا۔ میری بیوی
 کو بھی حرارت رہا کرتی تھی۔ اور میرا بڑا بچہ بھی (اب ہمارے دولڑکے
 ہو گئے تھے) کچھ نہ کچھ آٹے دن بیمار رہتا تھا + وہ بیچارہ آخر کار
 مر گیا۔ میری بیوی اول ہی بیمار تھی۔ اس صدمے نے اسے آؤر
 بھی نڈھال کر دیا + مدتوں میں جا کر سنبھلی۔ اور میں بھی پہلے سے
 بہتر ہو گیا + ادھر سے تھوڑا سا اطمینان ہوا تھا۔ کہ مویشی میں وہاں پھیلی
 اور چن چن کر میری اصلی نسل کی بھیریں مر گئیں + میں نے اس نقصان
 پر صبر کیا۔ اور میرے زمیندار نے پھر میری تھوڑی سی مدد کی جس
 کی بدولت میں پھر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا +

”ہم سمجھے کہ ساڑھ ساتی گئی۔ ہمارے دلدر پار ہوئے۔ اور اب
 اچھے دن آئے۔ کہ شان نہ گمان۔ مجھ پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ گیم گست
 کی ہولناک رات میرے دل سے کبھی بھول نہیں سکتی۔ برسات
 کا تھا موسم۔ جھڑی کٹی دن سے لگی ہوئی تھی۔ اس زور کی بارش
 ہوئی۔ کہ جل تھل بھر گئے۔ بارش کے ساتھ بڑے بڑے اولوں

کی جھالیں۔ اور ہوا ایسی تند کہ درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ ہزاروں
 پدند چرند مر گئے۔ تالاب جو ہمارے گھر کے قریب تھا۔ پہلے ہی سے
 لیریز تھا۔ اس بارش سے ابل پڑا + چادر دھائیں دھائیں چل رہی
 تھی۔ صبح ہوتے ہی وہ ٹوٹا۔ اس کا سارا پانی ہمارے گھر پر آیا۔ سارا
 باغ اور گھر غرق آب ہو گیا۔ تمام بیوتات۔ اصطبل۔ گودام بھر گئے + بھڑ
 بکری۔ گائے بھینس سب ڈوب گئیں۔ اور بارش کا سلسلہ ہے۔ کہ
 کسی طرح ختم نہیں ہوتا + ایک طرف تالاب پھوٹا۔ دوسری طرف سے
 ندی نالے ایسے چڑھے۔ کہ گھر کو گھیر لیا۔ اب چو طرف سوائے
 پانی ہی پانی کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ہمارا گھر ایک جزیرہ ہو گیا تھا۔ کہ کہیں
 نکلنے کا بھی راستہ نہ تھا + پانی کمروں میں گھس آیا۔ سارا اسباب تیز
 رہا تھا۔ ہر لمحہ ہی خیال تھا۔ کہ مکان اب گرا + اب گرا + ہم دونوں
 بیوی نے بچوں کو چٹا لیا۔ کیونکہ موت ہمارے سامنے کھڑی تھی۔ اور
 ہم کو کبھی امید نہ تھی۔ کہ ہم اس طوفانِ نوح سے بچ سکیں گے +
 کوئی دوپہر کے وقت ہم کو دور سے اپنی طرف ایک کشتی آتی ہوئی
 دکھائی دی۔ ہماری جان میں جان آئی۔ پشگل وہ کشتی ہمارے دروازے
 پر آن لگی۔ اور ہم دونوں میاں بیوی۔ بچے۔ ایک ماہ۔ ایک چھوٹا بوجھیت
 میں میرے ساتھ کام کرتا تھا۔ سوار ہوئے + سامان وغیرہ سب غایت
 ہوا۔ صرف ہمارے تن کے کپڑے رہ گئے۔ ہم نے گھر چھوڑا ہی تھا۔
 کہ کوئی آدھ گھنٹے کے اندر گھر دھڑام سے گر پڑا۔ اور ایسا رگڑا کہیں

اس کا نشان تک نہ رہا۔ ندی۔ گھر۔ سامان۔ کھیت۔ اناج۔ برتن
بھانڈا۔ سب آنا فنا میں بہا لے گئی۔ اور ہم جرات کو خوش حال سوئے
تھے صبح کو فقیر اٹھے۔

”اب پھر ہم پر تباہی آئی۔ اور یہ تباہی بھی ایسی تھی۔ کہ ہم چار جانیں
اس میں شریک تھیں۔ میں اکیلا ہوتا۔ تو مجھے چنداں پروا نہ ہوتی۔ مگر
اب تو بیوی بچوں کی بیڑی میرے پاؤں میں پڑی ہوئی تھی۔ میری
بیوی میرا منہ تکتی تھی۔ اور میں اس کا۔ ننھے ننھے پتے ہلک ہلک
کر رو رہے تھے۔ ہم دو نو کو سکتے کا عالم تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا
کہ کیا تھا کیا ہوا۔“

کو بلبلیں سے لے جائے جن سے آشیاں اپنا۔
لکھا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوٹے خانیاں اپنا۔

”میں نے اپنے دل میں سوچا۔ کہ گویا ہر اسباب ہم پر آسمان
ٹوٹ پڑا ہے۔ مگر خدا کا آسرا تو ہر حال میں ہے۔ وہی ہماری مدد
کرے گا۔ یہ کچھ سمندر نہیں۔ نہ کوئی وحشیوں کا جزیرہ ہے۔ آخر
گاؤں ہے۔ اور شہر پاس ہے۔ کوئی نہ کوئی بندہ خدا ہماری حالت
پر ترس کھا کر رحم کرے گا۔ پھر میرا چال چلن اچھا ہے۔ اور میرے
ہاتھ پاؤں چلتے ہیں۔ بیشک مصیبت بھی بڑی مصیبت ہے۔ لیکن
ممکن تھا۔ کہ اس سے بھی زیادہ ہم مبتلا ہو جاتے۔ شکر خدا کا کہ جانیں
بچیں۔ جان ہے۔ تو جان ہے۔ جب تک سانس باقی ہے اس

باقی ہے *

”میں چاہتا تھا۔ کہ بھٹی میں اپنے پہلے آقا کے پاس چلا جاؤں۔
 کہ اس کے بہت سے احسان مجھ پر تھے۔ اور وہ مجھ پر بڑا مہربان
 تھا۔ لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ روپیہ پیسہ میرے پاس نہیں۔
 اس کنبے کو اتنی دور لے جاؤں تو کیسے؟ میری حالت تو بہت
 تباہ تھی۔ ابھی زمیندار کا سر توڑ قرضہ میرے سر تھا۔ زمیندار نے
 جب میری تباہی اور بربادی کا حال سنا۔ تو وہ بے چارہ دوڑا
 ہوا آیا۔ اگرچہ اس کا نقصان مجھ سے بھی زیادہ تھا۔ مگر اس نے
 دریا دلی کی۔ کہ نہ صرف میرا قرضہ ایک دم معاف کر دیا۔ بلکہ مجھے
 کچھ اڈر بھی اپنے پاس سے دیا۔ دینا میں ایسے نیک دل لوگ بھی
 ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض بعض میرے پڑوسیوں نے بھی میری
 مدد کی۔ لیکن سب سے زیادہ قابل قدر اور سستی اتنان وہ مدد تھی۔ جو کہ
 ہماری سابق کی ملازمہ نے دی۔ اس غریب نے ہمارے حال کی خبر
 کھا کے دس دس روپیہ کے دو نوٹ دیئے۔ اور کہا۔ کہ ”ساری
 عمر میں آپ کا نمک کھاتی رہی۔ میں غریب آدمی ہوں۔ پیسہ پیسہ جوڑ
 کے میری جمع پونجی یہی تھی۔ جو بخوشی حاضر ہے۔ آپ قبول کیجئے۔“
 واہ! کیسی شریف اور نیک دل بی بی تھی۔ اور یہ بھی بات ہے۔ کہ
 ہم بھی اُسے نوکر نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ مثل عزیزوں کے برتاؤ
 کرتے تھے۔ اب ہم پر بڑا وقت پڑا تو ہماری ارٹھی میں وہ کام آئی۔

خدا سے جزائے خیر دے۔ ایسے وقت میں کسی کا تھوڑا سا دیا
 بھی ہم کو بہت معلوم دیتا تھا۔ اس طرح ذرا ہمارے دم میں دم
 آیا۔ کچھ ٹوٹا پھوٹا سامان درست کر کر اہم نکل پڑے۔

میری بیوی کی گود میں بچہ تھا۔ اور دوسرا میری پیٹھ پر اور ایک
 گٹھری کپڑوں کی میرے ہاتھ میں۔ اس طرح کھٹے کھٹاتے
 چلے۔ ہم دن بھر میں بے مشکل چند میل طے کرتے۔ کہ بچوں کا ساتھ
 تھا۔ اور میری بیوی چلنے کی عادی نہ تھی۔ راستے میں کوئی خالی
 گاڑی کبھی مل گئی۔ تو تھوڑی دیر اس میں بیٹھ لے ورنہ وہی پیدل۔

”ایک دن ہم کو ایک خالی بہلی مل گئی۔ جو کسی کو ہینچا کر آ رہی تھی۔ بہلی
 بان نے ہماری حالت زار دیکھ کر ہم کو ٹھٹھایا۔ راستے میں اس سے
 میں نے اپنی مصائب اور تنگ دستی کا ذکر کیا۔ خدا نے اس کے
 دل میں رحم ڈال دیا۔ میرا حال سن کر اس بھلے مانس نے کہا۔ کہ
 تم مالی کام تو جانتے ہی ہو۔ یہیں قریب میں ایک رئیس ایک
 بہت بڑا باغ لگا رہے ہیں۔ اور ان کو مالیموں کی ضرورت بھی ہے
 عجب نہیں۔ کہ تم کو نوکر رکھ لیں۔ چلو میں تم کو ان کے پاس لے
 چلوں، میں تو نوکری کی تلاش میں ہی تھا۔ اور مزدوری کرنے
 سے مجھے غار نہ تھی۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ مجھے ضرور لے چلو۔
 کیونکہ جس قدر جلد میں ٹھکانے سے لگ جاؤں۔ اتنا ہی اچھا
 ہے۔“

”بہلی بان مجھے رئیس کے داروغہ کے پاس لے گیا۔ اور اس سے میری ساری سرگزشت کسی بلامعتبری اور ضمانت کے آج کل کون نوکر رکھتا ہے۔ میرے نئے آقا نے مجھ سے سٹیفٹ پوچھا۔ میں نے کہا کہ سٹیفٹ تو میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ لیکن آپ میرے چال چلن کی نسبت میرے پہلے آقا سے جو بدبئی میں رہتا ہے۔ پوچھ سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے پوچھا۔ اور جب وہاں سے جواب میرے موافق آیا۔ تو مجھے بانغات کا میجر مقرر کیا گیا۔ اور مجھے ایک چھوٹا سا مکان بھی وہیں رہنے کو دیا۔ میرے نئے آقا نے اپنی مہربانی سے مجھے کچھ پیشگی رقم بھی دی۔ تاکہ میں اپنا سامان درست کر لوں۔ اور کچھ اناج پانی بھی لے لوں۔“

”اس طرح میں پھر ٹھکانے سے لگ گیا۔ اور سر چھپانے کی جگہ جسے ”گھر“ کے پیارے اور دلکش لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ میسر آگئی۔ جو لوگ گھرے اور ندرے ہوں۔ ان سے گھر کی قدر پوچھا جائے۔ کہ وہ کیا چیز ہے۔ اور چونکہ میرا بنا بنایا گھر نشوں میں برباد ہو چکا تھا جیسی قدر گھر کی مجھے تھی۔ شاید ہی کسی اور کو ہوتا ہو۔ میں نے اپنی نئی خدمت کی سرانجام وہی بڑی جدوجہد سے شروع کی۔ اور یہ سمجھتا تھا کہ گویا یہ سب علاقہ میرا ذاتی ہے۔“

”میری بیوی کے لئے نئے گھر کے جانے اور بال بچوں کے پالنے پوسنے کا کافی مشغلہ تھا۔ وہ دن بھر اسی ادھیڑ بن میں گتھی

رہتی تھی۔ اور مجھے بھی سارے گھر بار کی فکر تھی۔ جو تنخواہ مجھے ملتی تھی۔ اس کے علاوہ اوپر سے بھی میں کچھ پیدا کر لیتا تھا۔ جو وقت مجھے اپنے ادا تے فرائض منصبی کے بعد ملتا تھا۔ ان میں آؤراما کے باغوں میں کہیں بیوند باندھ دیتا تھا۔ کہیں قلبیں لگا دیتا تھا۔ کہیں کچھ کھیا ریاں درت کر دیتا تھا۔ اور اس طرح علاوہ تنخواہ مجھے دس پانچ روپے آؤراما مل جاتے تھے۔

”باغ کی ایک طرف میرا مکان تھا۔ اس کے پھوپھوڑے کچھ خالی زمین پڑی تھی۔ اس کو میں نے بڑی محنت سے ہموار کیا۔ اور کھا دادا دے کر درست کیا۔ اس ٹکڑے میں میں نے کچھ ترکاریاں اور درختوں کے پودے لگا دیئے۔ میرے پرانے آقائے مجھے چند عمدہ درختوں کے بچے اور پھلوں کے پودے اور پھولوں کی قلبیں اور بلیں بھیج دیں وہ بھی میں نے اپنے اپنے موقع سے لگا دیں۔ میرا باغ کچھ ایسا بھکا کہ باید و تشاید + غرض یہ کہ ہم بڑے مزے میں زندگی بسر کرنے لگے۔ ہمارا گھر کرسی دار اور خشک تھا۔ نمی کا اس میں اثر نہ تھا۔ میری بیوی بالکل چاق چوند ہو گئی۔ اور بچوں کے چہروں پر صحت و توانائی سے سرخی دوڑ گئی۔ میری صحت بھی اچھی رہنے لگی۔ میں سمجھا کہ اب میرے دن پھرے اور مصائب و آلام کا خدا خدا کر کے خاتمہ ہوا لیکن نہیں تقدیر کی گردش ابھی باقی تھی + عم

رکے نہ ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی +

تین سال آرام چین سے گزر گئے + ۵
 دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کسے۔
 ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں گنتے +

یکایک ان رئیس کو جن کا میں ملازم تھا ہیضہ ہوا۔ اور وہ ایسے
 پڑے۔ کہ جاں بر نہ ہوئے۔ صاحب زادے جانشین ہوئے۔
 نئے نواب بنے۔ باپ کی گاڑھی کماٹی کو دھڑی دھڑی کر کے
 لٹایا۔ مال مفت دل بے رحم۔ چند روز میں خزانہ خالی ہو کر بیک
 کاٹھیکرا ہاتھ میں آگیا۔ قرض خواہوں نے تنگ پکڑا۔ باغ واغ
 سب بک بگا گیا +

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں۔
 رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن +
 ”باغ ایک بنے کے ہاتھ کوڑیوں کے مول آیا۔ سیٹھ صاحب
 نے آتے ہی تحفیف کا قلم جاری کیا۔ مالی برخواست۔ مزدور موقوف۔
 داروغہ تحفیف۔ غرض یہ کہ باغ کا کام بند + میرے لئے سیٹھ صاحب
 کا یہ حکم قضا شیم موت کا پروانہ تھا۔ میں سمجھا کہ خیر۔ این نیز بگذرد۔
 میرا گھر اور میرا لگایا ہوا خانہ باغ تو میرے پاس رہے گا۔ میں کسی
 نہ کسی طرح اس میں تنگی ترشی سے بسر کروں گا۔ لیکن سیٹھ صاحب
 نے اپنی مرضی کا ایک اور داروغہ بھیج دیا۔ نئے داروغہ صاحب
 نے آتے ہی اپنا سکہ بٹھایا۔ اور مجھ سے کہا کہ آپ کو مکان کا کرایہ

دینا پڑے گا۔ اور کرایہ بھی سرتوڑ + مرغی کو نکلے گا گھاؤ کافی ہے۔ مجھ میں اتنا دم کہاں تھا۔ کہ بھر مٹھی کرایہ ادا کروں۔ ان کو یہ بھی خیال نہ آیا۔ کہ اس ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے کو میں نے درست کیا۔ اور جس کو اب خانہ باغ کہتے ہیں یہ کوڑی یا ڈلاؤ تھا + میری چوٹی کا پسینہ اڑی میں آیا۔ جب یہ باغ کھلایا۔ میں نے کہا۔ کہ اتنا کرایہ تو دینا میرے بل بوتے کی بات نہیں۔ تو دیکھتا کیا ہوں۔ کہ دوسرے دن ڈاک سے تحریری نوٹس تخلیہ مکان کی بہ صیغہ رجسٹری آن پہنچا میں نے کہا۔ کہ اچھا جہاں میرے سینگ سمائیں گے چلا جاؤں گا۔ مگر یہ سارے درخت میرے لگائے ہوئے ہیں۔ یہ میری بلک ہیں۔ ان کو لے جاؤں گا۔ یا آپ ان کا معاوضہ دیجئے۔ مگر میری وہی مثل ہوئی۔ کہ زبردست مارے اور رونے نہ دے۔ نہ وہ اس بات پر راضی ہوتا تھا۔ نہ اُس پر + پچھڑا کو دتا ہے کھونٹے کے بل۔ سیٹھ صاحب اس کی کپشتی پر تھے۔ میری کون سنتا تھا۔ لاکھ سر لگا۔ کسی نے ایک نہ سنی + میں نے کہا۔ کہ اندھیر نگری چوٹ راج۔ وزیرے چنیں شہریارے چناں۔ چلو سیٹھ صاحب ہی سے عرض کریں۔ شاید ان کا دل بسیج جائے *

میرے دل میں ٹھان بادل نگین اپنے بیوی بچوں کو علی التوکل چھوڑ چھاڑ ایک قصبے میں پہنچا۔ جہاں سے سیٹھ صاحب کے مسکن کو گھوڑا گاڑی جاتی تھی۔ دور وہیہ کرایہ دے کہ کوچ بکس پر جگہ ملی

کوئی آدھا رستہ طے کیا ہوگا۔ کہ سڑک پر میل سن رہا تھا۔ وہاں کچھ تپھر
 پڑے ہوئے تھے۔ کوچوان بددماغ اور فٹرا گھوڑوں کو سٹاسٹ
 مار رہا تھا۔ ایک پیسہ تپھر پر چڑھ گیا۔ اور گاڑی اُلٹ گئی۔ میں سر کے
 بل دھڑام سے سڑک پر جا پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ پھر مجھے خبر نہ رہی،
 میری کوئی جان پہچان کا وہاں آدمی تھا نہیں۔ مجھے ڈولی ڈنڈا کر کے
 سرائے میں لے جا کر ڈال دیا۔ یہاں میں کئی دن تک بے ہوش
 پڑا رہا۔ جب مجھے ہوش آیا۔ تب مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ کچھ آفت گزری
 اور میں یہاں پندرہ دن سے پڑا ہوں + معاً مجھے اپنے جو روپوں
 کا خیال آیا۔ کہ اس عرصے میں ان کم بختوں پر کیا گزری ہوگی۔ اور
 میرے ہمت نیست کی خبر نہ پا کر انہوں نے اپنا کیسا حال تباہ کیا ہوگا +
 میں چلنے پھرنے کے قابل نہ تھا۔ اور ایک ہفتہ وہیں پڑا رہا۔ سر
 کی چوٹ تھی سو تھی۔ میری ہنسی کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی تھی۔ اور جا بجا
 شدید ضربات آئی تھیں +

”جب میں گاڑی پر سے گرا۔ تب ہی جو کچھ روپیہ پیسہ میری جیب
 میں تھا۔ خداجانے وہیں نکل پڑا۔ یا کسی نے نکال لیا + میں بڑی
 مصیبت سے اپنے گھر پہنچا۔ تو بوی کو دیکھا بیمار۔ اور میرے بچے
 رونے رونے ہلکان اور بھوک سے نیم جان +

”میں نے فوراً گھر کے سامان کے کوڑے کئے۔ اور اپنی بوی
 کا علاج معالجہ کیا۔ جب وہ ذرا سنبھل گئی۔ تو ہم سے گھر خالی کرالیا

گیا۔ میں اپنے مکان اور دلکش باغ کو دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو رو بہا۔
 اور دل بے اختیار چاہا۔ کہ اس ساری پھیل پھلااری کو اکھاڑ کر
 پھینک دوں + میری محنت کا ثمرہ اُڑ کوئی کھانے والا کون؟۔
 دکھ بھریں بی فاختہ اور کوئے میوے کھائیں۔ لیکن میں نے
 اس دوسو سٹہ شیطانی کو روکا۔ اور ہر بھرا چھوڑ کر گاؤں میں آ رہا +
 ہر دم زمانہ داغ دگر گو نہ سے وہد۔

یا داغ نیک ناشدہ داغ دگر وہد +

”اتفاق کی بات یہ گاؤں میرے مہنشی والے آقا کی ملکیت
 تھی۔ گاؤں میں بہ تلاش روزگار پھر ہا تھا۔ کہ اتنے میں میرا آقا
 رعایا سے کچھ حساب کتاب چکھانے آ نکلا۔ اور مجھے تباہ و خستہ
 حال دیکھ کر بہت متاسف ہوا۔ یہ شخص بڑا شریف نیک مزاج
 اور نیک دل تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ گاؤں میں کب تک
 پڑے رہو گے۔ چلو میرے ساتھ میں وہاں تمہارا کچھ نہ کچھ راستہ
 نکال دوں گا + ڈوبتے کو تنکے کا آسرا۔ میں آمادہ ہو گیا۔ مگر میرے
 پاس کیا دھرا تھا۔ جو اپنے بال بچوں ساتھ لے جاسکتا۔ میرے
 قدیم آقا کو سیٹھ صاحب کے داروغہ کی سخت گیری اور بد سلوکی سُن کر
 بہت غصہ آیا۔ اور جا کر اُسے خوب اڑے ہاتھوں لیا۔ اور قائل
 معقول کر کے میرے باغ کا معاوضہ دلوا لیا۔ اسی روپے سے
 میری گلو خلاصی وہاں سے ہوئی۔ اور میں اپنے بال بچوں سمیت

یہاں آگیا۔ جہاں کہ اب ہوں +

”جب میں آیا۔ تو بہ مصداق ”بہرزمیں کہ رسیدیم آسماں پیدا است“
یہاں بھی ہر جگہ بیابان تھا۔ یہ جگہ بھی ایسی تھی۔ کہ دن کے وقت
آدمی کو وحشت ہوتی تھی۔ یا اب جنگل میں منگل ہے۔ یہ مکان آپ
نے دیکھا ہوگا۔ بالکل ایک خس پوش جھونپڑا تھا۔ سخت محنت
کفایت شعاری۔ اور کچھ لوگوں کی امداد سے میں نے نہ صرف اس
زمین کی حیثیت میں ترقی کی۔ بلکہ اپنی حیثیت بھی سدھاری۔ پہلے
میں مستری مقرر ہوا۔ بعدہ داروغہ اور اب اس خطہ کا مالک ہوں۔
اس اثنا میں بھی کئی جھکڑ باد مخالف کے چلے۔ ایک مرتبہ مولشی میں
بیماری پھیلی۔ سات گایوں میں سے چار مر گئیں + پھر ایک برس میرے
کچھ بیل اور سواری کا گھوڑا مرا۔ ایک مرتبہ آندھی اس بلا کی آئی۔
کہ مکان کا چھپر اور منڈوے اڑ گئے۔ نئے پودے جو لگائے گئے
تھے۔ وہ بٹوٹ ٹاٹ گئے۔ غرض بڑا نقصان ہوا۔ مگر میں تو

مصیبت اٹھانے کا عادی ہو گیا تھا +

رنج سے خوگر ہوا انساناں تو مٹ جاتا ہے رنج۔

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں +

”اب مجھے یہاں رہتے ہوئے کئی برس ہو گئے۔ میری جائداد
بتدریج بڑھ رہی ہے۔ میں ایک بڑی زمینداری کا مالک ہو گیا
ہوں۔ زراعت کے بیلوں کی متعدد جوڑیاں ہیں۔ گائیں بھینسیں

بھیڑ۔ بکریاں۔ مرغیاں۔ قاز۔ فیل مرغ خدا کا دیا سب کچھ ہے، بچے
 بھی خدا کے فضل سے لطف درجن ہیں۔ میری بیوی جس نے میرے
 ساتھ ساتھ ساری مصیبتیں جھیلی ہیں۔ اب میری فارغ البالی کی بہار
 لوٹ رہی ہے + اس نواح میں شاید ہی ہمارے جیسا کوئی خوش
 گزران گھرانا ہو۔ لوگوں کو ہماری خوش تقدیری پر رشک آتا ہے۔ خدا نے
 مجھے تینوں زمیوں۔ زر۔ زمین۔ زن سے مالامال کیا ہے۔ ۶
 شکر نعمت ہائے تو چڑاں کہ نعمت ہائے تو +

”یہ ہے میری داستان جس میں کوئی تعجب خیز امر نہیں۔ دینا میں
 آٹے دن ہی ہوتا رہتا ہے۔ کوئی ہنستا ہے۔ تو کوئی روتا ہے۔ ۷
 رنج و شادی جہاں میں تو ام ہے۔
 کہیں شادی ہے اور کہیں غم ہے +

”اگر میری اس سرگزشت سے آپ کے صاحبزادے نے صبر و
 استقلال کا سبق حاصل کیا اور یہ سمجھ لیا۔ کہ صبر و استقلال کا انجام ہمیشہ
 بہتر ہوتا ہے۔ تو یوں سمجھئے۔ کہ اتنی دیر کی آپ کی سمع خراشی رائیگاں
 نہیں گئی +“

حامد نے محمد صابر کی دل چسپ اور سبق آموز سوانح عمری کا شکریہ
 ادا کیا۔ اور ہنسی خوشی رحمت ہو کر باپ بیٹے راستے میں اسی کا ذکر
 کرتے ہوئے گھر آن پہنچے +

دوسرے دن صبح سویرے کیا دیکھتے ہیں۔ کہ محمود اپنی کیاری

دست کر رہا ہے۔ زمین کو گڑ گرتے نئے پودے لگا رہا ہے۔ مالی سے ایک قلم کلاب کی کٹوا کر کیاری کے بیجوں بیج میں لگائی ہے۔ دوپہر تک اُجڑی ہوئی کیا از سر نو تیار ہو گئی۔ گوا بھی وہ بے رونق تھی۔ اور اس میں پھولوں کی بہار نہ تھی۔ مگر آئندہ ہونے کی امید تو تھی + محمود بھی اپنے کام سے خوش تھا۔ مگر بیٹے سے زیادہ باپ کو خوشی تھی۔ کہ محمد صابر کی کمائی نے لڑکے کے دل میں جگہ لی۔

اور صبر و استقلال کی قدر اُسے آئی +

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق۔

باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو +

بچوں کے لئے دلچسپ کتابیں

انتیاز پکپسی

پچیس کہانیاں بچوں کے لئے بالتصویر۔ ایسی آسان۔ کہ تین چار برس کا بچہ ان کا ہر ایک لفظ بخوبی سمجھ سکے۔ کہانیوں کی باتیں بچوں کی ضرورتوں اور ان کے خیالات کے مطابق ہیں قیمت ۶۔

تلج گیت

نئے بچوں کے لئے بہت آسان شعر ہیں۔ قیمت ۳۔

تلج پھول

چھوٹے بچوں کے لئے نصیحت کے آسان سبق اور ضروری آداب انتیاز پکپسی سے ذرا مشکل۔ اُردو کی پہلی کتاب سے زیادہ آسان۔ قیمت ۵۔

دل چسپ کہانیاں

بچوں کے پڑھنے کے لئے آسان زبان میں نصیحت کی اچھی اچھی کہانیاں۔ پڑکوں اور لڑکیوں کے واسطے بالتصویر۔ ۶۔

بین بہنوں کی کہانی

باہمی حسد اور بھائی بہنوں کی محبت کا نہایت دل چسپ قصہ جو بچوں کے لئے نہایت آسان عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ازالفیلا

علی بابا اور چالیس چور

چالیس چوروں کا قصہ جس میں جادو کے غار اور چوروں کے ہلاک ہونے کا نہایت دلچسپ قصہ ہے۔ از الف لیلا قیمت ۴۰

صبح ملاں شام غم

یہ ایک قیمتی بچے کی دردناک سرگزشت ہے۔ سوتیلی ماں کے ظلم۔ بہت دل چسپ قصہ ہے۔ قیمت ۱۰

موت کاراں

خونی جزیرے کی گانے والی پر یوں کا قصہ ہے۔ ۳۰

سمندری شہزادی

جس نے وفادار بننے میں سخت مصیبتیں جھیلیں۔ اور آخر جان

کھوئی۔ بہت دل چسپ قصہ ہے۔ قیمت ۳۰

بچوں کی بہادری

دو بلند ہمت بچوں کے بہت مزے دار قصے ہیں۔ بہت آسان

اور بے حد دل چسپ ہیں۔ قیمت ۳۰

ابوالحسن

یا سوتے جاگتے کا قصہ۔ پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں

از الف لیلا۔ قیمت ۵

پھول باع

بچوں کے لئے نہایت اچھی نظموں کا مجموعہ۔ قابل دید کتاب۔

بن باسی رستم

سانپ اور نیولے کی دل چسپ لڑائی۔ نہایت دل چسپ

قصہ ہے۔ قیمت - ۴

چڑیا خانہ حصہ اول

معمولی چڑیا سے لے کر ہاتک کی نہایت دل چسپ کہانیاں

قابل دید قیمت ۹

چڑیا خانہ حصہ دوم

بھیر سے لیکر ہاتھی شیر تک کے دل چسپ قصے + لومڑیوں کی
ہشاریاں۔ گیدڑوں کی مکاریاں۔ قابل دید کتاب۔

پان کی گلوری

ایک عزیز بہن کی فرمائش پر جنہیں پان کا بہت شوق ہے۔ محترمہ

محمدی بیگم مرحومہ نے یہ نظم لکھی تھی۔ قیمت ۱۰

چوہے کی نام

چوہوں کی شاندار لڑائی بلبی سے۔ بہت مزیدار قصہ نظم تصویر دار ۱۲

پتہ۔۔۔ نیچر اخبار پھول۔ لاہور

